بدکاری کی اسلامی سزا رجم

اور [illegible]

(عزیزی ابن آدم کے نام ایک محبت نامہ)

حافظ عبدالرشید بن عبدالعزیز،
خانیوال

تمہید و تقریب:

الحمدللہ والصلاۃ والسلام علی المطاع باذن اللہ المبعوث بشرع اللہ الی کافۃ خلق اللہ وعلی آلہ وصحبہ امام بعد . تمام شرائع سماویہ بشمول شریعت اسلامیہ محمدیہ کے تتبع واستقراء سے بالاتفاق علماء دین اور ائمہ اسلام اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ منزل من اللہ جملہ احکام الٰہیہ کا منتہیٰ ومقصود درج ذیل مصالح ومقاصد کا تحقق ہے۔ (الف) حفظ دین (ب) حفظ نفس (ج) حفظ نسل ونسب (د) حفظ عرض (ہ) حفظ عقل (و) حفظ مال۔ گویا یہ تمام اشیاء اللہ کے دیئے ہوئے نظام زندگی کے تحت اللہ کی حفاظت میں ہیں۔ معاشرے ان کی حفاظت کی بنیاد پر بنتے، سنورتے، ترقی کرتے اور صراط مستقیم پر چلتے ہیں۔ اور جو شخص ان میں خلل انداز ہو شریعت میں حسب ترتیب ومراتب اس کیلئے سخت ترین سزائیں رکھی گئی ہیں، جو صالح معاشرہ اور اس کے باوقار افراد کی باعزت بقاء باہمی کیلئے ناگزیر ہیں، مجرمانہ ذہنیت کے حامل فاسق وفاجر اور فساد فی الارض کے داعی ان کے ذکر سے کانپتے اور ان کے خلاف سراپا احتجاج رہتے ہیں۔ اس لئے کہ اہل ایمان میں فحاشی کو فروغ دینا، ان کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے "ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا لھم عذاب الیم . فی الدنیا والآخرۃ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون (النور: ۱۹) ۔ جو لوگ اہل ایمان میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لئے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔

نیز اہل ایمان کو مجرموں کے خلاف سخت رویہ اختیار کر کے اپنے ایمان کا ثبوت فراہم کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا ’ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر لیشھد عذابھما طائفۃ من المومنین ‘‘(النور: ۲)۔ ان پر اللہ کے دین کے معاملے میں تمہیں ہرگز ترس نہیں کھانا چاہئے اگر تمہیں اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہو تو اور ان کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہئے۔

انہی منزل من اللہ سزاؤں میں سے ایک سزا شادی شدہ بدکار کیلئے رجم کی سزا ہے۔ جو جرم کی نوعیت، اس کے معاشرے پر بدترین اثرات اور انسانی نسل و نسب اور عزت ووقار کی اہمیت کے عین مطابق اور سخت ہے۔ اس کی شدت کے مطابق ہی اس کی تنفیذ وتطبیق کیلئے کڑی شرائط رکھی گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) بدکاری کا مرتکب مرد یا عورت عاقل وبالغ اور آزاد ہوں۔ (۲) صحیح اسلامی طریقے کے مطابق انکا نکاح ہوا ہو۔

(۳) صحیح اسلامی اور فطری طریقے سے باہم ازدواجی تعلقات قائم کر چکے ہوں۔ (۴) اس کے علاوہ حد زنا کے اثبات کیلئے مطلوبہ شرعی شرائط بھی پوری ہوں۔

ان کڑی شرائط کی وجہ سے ہی غالبا عدالتی طریقے سے ثبوت کے نتیجہ میں کبھی بھی کسی پر حد رجم نافذ نہیں ہوئی۔ البتہ ذاتی اعتراف کے نتیجہ میں اس پر عمل ہوا جو تواتر کے ساتھ ثابت اور منقول ہے۔ حد رجم کے واضح، قطعی اور دوٹوک کتاب وسنت میں مذکور دلائل کی وجہ سے امت کا اس پر اجماع ہے، صحابہ کرام، تابعین، تبع التابعین ائمہ حدیث وفقہ اور علماء شرق وغرب کے بین کبھی، کہیں اور کسی زمانے میں بھی اس بارے اختلاف نہیں رہا، اس اجماع کی اساس درج ذیل دلائل ہیں:

۱) ارشاد باری تعالیٰ ’’الم تر الی الذین اوتو نصیبا من الکتب یدعون الی کتاب اللہ لیحکم بینھم ثم یتولی فریق منھم وھم معرضون (آل عمران: ۲۳)‘‘۔ یہ یہودی مرد وعورت کے بارے میں نازل ہوئی جو شادی شدہ تھے اور زنا کا اعتراف کر چکے تھے آنحضرت ﷺ نے بحکم تورات انہیں علی رؤس الاشہاد رجم کیا۔ آیت مبارکہ میں حکم رجم سے پہلو تہی پر مذمت وارد ہوئی ہے، جس کا مطلب ہے کہ ہماری شریعت میں بھی اس کا حکم برقرار ہے۔ یہ قصہ صحیح بخاری میں متعدد روایات کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب التفسیر اور کتاب الحدود وغیرہ)

۲) قرآن کریم میں مذکور تھا" الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموا ھما البتۃ" جس کی تلاوت منسوخ ہو گئی اور حکم باقی ہے۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا ہے۔ اور اسے محکم الحکم قرار دیا ہے۔ حاکم کی ایک روایت کے مطابق اس کے نسخ کی وجہ اس کے ظاہری اور عمومی الفاظ پر عمل نہ ہونا معلوم ہوتا ہے مگر اس

کے علم پر اجماع ہے اور اس کی روایت بھی متواتر ہیں، (ملاحظہ ہو بخاری ومسلم، ابن ماجہ کتاب الحدود)

٭اس کی عربیت پر بھی کسی عرب نے کلام نہیں کیا، جس مسئلہ کی طرف صاحب مضمون نے اشارہ کیا ہے اس پر عہد نبوی میں گفتگو ہو چکی اور آنحضرت ﷺ نے اسکا مفہوم اپنے قول وفعل سے متعین فرمادیا تھا۔

۳) آنحضرت ﷺ کی قولی وفعلی متواتر احادیث جن میں ان آیات پر عمل کا ذکر ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس پر عمل کو سنت نبوی قرار دیا اور فرمایا تھا "قد رجمتها بسنة رسول الله ﷺ" (صحیح بخاری کتاب الحدود باب رجم المحصن)

۴) اجماع امت جیسا اوپر ذکر ہوا کہ عصر صحابہ سے تا حال کسی زمانے اور کسی علاقے کے علوم شریعت میں معتبر علماء میں اختلاف نہیں رہا۔ یہ ہے نفس مسئلہ اور اس کے دلائل کا مختصر بیان جسے ہم نے اپنے معزز قارئین کی معلومات کیلئے ذکر کیا ہے جہاں تک ہمارے مخاطب "ابن آدم" کا تعلق ہے انہیں اور اس قبیل کے لوگوں کو کتاب وسنت اور اجماع امت وغیرہ سے کوئی سروکار نہیں۔ اس لئے ان سے ہم نے انہی کی زبان میں بات کی ہے۔ انہوں نے غیر سنجیدہ طنز ومزاح اور استہزاء کا راستہ اختیار کیا ہے۔ اور ائمہ دین، صحیح بخاری اور اسلامی سزاؤں پر پھبتی کسی ہے۔ جو اہل نفاق کی قدیم روش ہے۔

قارئین ہماری جوابی گفتگو کو مجبوری پر محمول کرلیں۔ قارئین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ جس اثر کو بنیاد بنا کر حد رجم اور اسکے اسلامی سزا ہونے کا تمسخر اڑایا گیا ہے وہ کوئی مرفوع حدیث نبوی نہیں ہے اور نہ اس حکم کی اسے کسی نے اساس قرار دیا ہے۔ وہ محض ایک صحابی کا موقوف اثر ہے جو سنداً بہر حال صحیح ہے۔ نفس مسئلہ کے ثبوت یا عدم ثبوت پر اس سے کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔ (۱)

حیرت ہے کہ قرون اولی میں جزوی انکار حدیث کے مجرمین اور گستاخ نبوت بدعی فرقے خوارج نے رجم کا انکار کیا تھا اور عصر جدید میں مغرب کے کاسہ لیس، زلہ خوار اور اندھے مقلدین منکرین حدیث نے بھی وہی راہ اپنائی ہے۔ بالخصوص وطن عزیز میں دور دور تک اس پر عمل کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ وحی رسالت کی توہین، اس کے عالی مرتبت حاملین وناشرین کے استخفاف کے سوا اس کا کوئی مقصد معلوم نہیں ہوتا، مگر ایسی ہزار مکروہ کوششوں کے باوجود اللہ کے فضل سے ملک کے مقتدر اور موثر ادارے باضابطہ کتاب اللہ اور سنت وحدیث رسول اللہ کی بالا دستی آئینی طور پر قبول کر چکے ہیں۔

اس مختصر تمہید وتقریب کے بعد ملاحظہ ہو طلوع اسلام کے مضمون "رجم کا ناقابل تردید ثبوت" از ابن آدم کا جواب۔

.... ﴿عبدالرشید﴾ ....

برادر عزیز ابن آدم! والسلام علی من اتبع الهدی، انا قد أوحی الینا أن العذاب علی من کذب وتولی

آپ کی ایک بے توقیر تحریر حال ہی میں نظر سے گزری، جسے پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی اور کچھ رنج بھی، خوشی اور غم کے ملے جلے جذبات میں جواب تحریر کر رہا ہوں۔ اگر قلم سے کوئی لغزش سرزد ہو جائے تو محسوس نہ کرنا، ویسے مجھے اندازہ ہے کہ آپ احساس وغیرہ کے تکلف سے آزاد ہیں، مجھے یہ اندازہ اس سے ہوا کہ جو شخص اتنا وسیع الظرف ہے کہ رسول رحمت امام الأنبیاء ﷺ، آپ کے عالی قدر اور متفق علیہ فرامین اور امت مسلمہ کی انتہائی قابل احترام شخصیات کے ساتھ تمسخر واستہزاء کے ساتھ پیش آسکتا ہے۔ اس کیلئے کسی چھوٹی موٹی قلمی گستاخی کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ ویسے بھی یہ ادب وآداب اور توقیر وتکریم وغیرہ خوامخواہ کی بشری روایات ہیں۔ اور آپ کے علمی خانوادۂ شریفہ میں روایات کے خلاف بغاوت کا کلچر خوب متعارف اور مروج ہے۔ بس زیادہ سے زیادہ بندہ اس طرح کی باغیانہ حرکت کے بعد چند دن روپوش ہو جائے، کوئی ضرورت پیش آجائے تو کوئی اچھا سا نام رکھ کر کام نکال لے اگر کوئی نہ ملے تو ابن آدم کے نام سے کام چلا لے۔ ہاں تو آپ کی اس تحریر دلپذیر سے خوشی بھی ہوئی اور دکھ بھی۔ خوشی اس بات کی کہ مدت سے مجھے اپنے کچھ گم شدہ عزیز واقارب کی تلاش تھی، ان میں سے کسی کا اتا پتہ نہیں مل رہا تھا۔ ہمارے دادا محترم حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے مشہور تھے۔ ان میں سے ایک جوانی میں ذرا اتھرا ہو گیا تھا، بابا حضور وحی روایت کے اسیر تھے، جیسے احکام الٰہی ملتے ان پر عمل کرتے تھے، نوجوان بیٹے نے جب جوانی کی بہاروں میں قدم رکھا، ایک طرف تو اس نے اس دور کے شہرت یافتہ عالم وفاضل اور محقق ابلیس سے علم درایت سیکھ لیا، جس کا حاصل یہ تھا کہ روایت پرستی اور وحی کی پابندیوں میں قید رہ کر ہم ترقی نہیں کر سکتے اور

(۱) محترم حافظ صاحب زید مجدکم کا مقصد یہ ہے کہ ابن آدم سے صحیح بخاری میں موجود ایک تابعی کے چشم دید واقعہ کہ اس نے بندروں کے ساتھ مل کر بندروں کے ایک زانی جوڑا کو رجم کیا تھا" کو بنیاد بنایا ہے جو کوئی مرفوع روایت نہیں ہے۔ ایک آدمی نے ایک واقعہ سنایا۔ عبرت انگیزی کیلئے اس کو بیان کر دیا گیا کہ زنا اس قدر سنگین جرم ہے، بندر جو معمولی شد بدھ رکھتے ہیں وہ بھی اس کو برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں (علوی)

زندگی کی رنگینیوں سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے، کچھ آزادی فکر اور عقل وخرد سے بھی کام لینا چاہئے۔ بابا کی عزت اپنی جگہ لیکن انسان کو اللہ نے عقل سے بھی تو نواز رکھا ہے۔ اسے بھی کام میں لانا ضروری ہے۔ دوسری طرف جوانی ستاتی تھی ''در عنفوان جوانی چنان که افتددانی''۔

بعض تاریخی کتابوں میں لکھا ہے۔ عزیزی ابن آدم آپ کے اطمینان کیلئے عرض ہے کہ یہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری وغیرہ میں نہیں، بلکہ آپ کے بڑوں کے بقول قرآن فہمی کیلئے لازمی مراجع میں اس کا ذکر مذکور ہے۔ آپ کو ان کی صحت استناد میں تو شک نہیں ہوگا کہ اس بیٹے کے اپنے بھائی کے ساتھ شادی وغیرہ کے مسئلہ میں کچھ اختلافات ہو گئے۔ بھائی جس کا نام ھابیل تھا وہ بھی اپنے باپ کی طرح روایت پرست تھا، شریف النفس اور باپ کا فرماں بردار بھی، آنکھیں بند کر کے حدیث پر عمل کرنے کا عادی تھا اس کا خیال تھا چونکہ ابا حضور نبی اللہ ہیں اس لئے ان کا فرمان وحی الٰہی ہے جس سے سرتابی مناسب نہیں۔ نوجوان قابیل ابن آدم نے اس کو بہت سمجھایا بجھایا اور قائل کرنے کی کوشش کی کہ:

۱) آپ جس بات پر ضد کر رہے ہیں کتاب اللہ میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

۲) جو حدیث آپ پیش کر رہے ہیں، یہ سند کے اعتبار سے اگرچہ صحیح ہے مگر درایت کی رو سے ناقابل قبول ہے، اس طرح احادیث کو ماننا شروع کر دیں تو ہم اپنی نجی زندگی میں اپنی مرضی کھو بیٹھیں گے۔

اختلاف بڑھا تو فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیا گیا، مگر وہاں سے بھی ہابیل کی تائید ہوگئی اب صرف ایک ہی راستہ تھا کہ اسے راستے سے ہٹا دیا جائے۔ چنانچہ قابیل نے مسئلہ درایت کی اہمیت کے پیش نظر ہمت سے کام لیا، ابلیسی ہدایات کے مطابق اپنے بھائی کا کام تمام کر دیا، ھابیل نے شرافت سے کام لیا، خاندان میں فساد برپا کرنے کی بجائے قتل ہونے کو ترجیح دی، اور ایسے خوبصورت کردار کا ثبوت دیا کہ رہتی دنیا تک اسے یاد رکھا جائے گا، قرآن حکیم میں اختصار کے ساتھ ان دونوں بھائیوں کے خیالات اور کردار کا ذکر ہوا ہے۔ ''واتل علیهم نبا ابنی آدم بالحق ......الآیۃ'' اور (اے محمدﷺ) انکو آدم کے دو بیٹوں کے حالات جو بالکل حق کے ہیں پڑھ کر سناؤ۔ جب ان دونوں نے قربانی پیش کی، ایک کی قربانی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی نامقبول ٹھہری، تب اس نے کہا میں تجھے جان سے مار دوں گا۔ تو اس نے کہا اللہ تو صرف پرہیزگاروں کا دیا ہی قبول کرتا ہے۔

اگر تو قتل کیلئے مجھ پر ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کیلئے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تو میرے اور اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھا کر اہل جہنم میں سے ہو جائے اور ظالموں کی یہی جزا ہے۔ سو اس کے نفس نے اپنے بھائی کو قتل کرنے کی ترغیب دی تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ اس طرح وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہو گیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو اس کے سامنے زمین کریدنے لگا۔ تاکہ اسے (ابن آدم کو) دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے (وہ یہ دیکھ کر) کہنے لگا ہائے خرابی مجھ سے تو اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کوّے کی طرح ہوتا، کہ اپنے بھائی کی لاش ہی چھپا دیتا پھر وہ (اپنے کئے پر) پشیمان ہونے لگا۔

عزیز ابن آدم! احساس ندامت سے شرابور آپ کے باوا قابیل منظر سے ایسے غائب ہوئے کہ پورے خاندان سمیت پھر انکا سراغ نہیں ملا۔ پرانے وقتوں کی بات ہے تب شرم وحیاء کا چلن تھا، باوجود اس کی معصیت وبغاوت اور اقدام قتل کے قرآن نے بھی گواہی دی کہ ''فاصبح من النادمین''۔

آپ کی تحریر اور اس پر کاتب کا نام ''ابن آدم'' پڑھ کر مجھے خیال آیا پھر اسلوب نگارش، بزرگوں کی گستاخی، وحی الٰہی اور حدیث کا تمسخر وغیرہ، دیکھ کر یقین ہو گیا کہ یہ اسی خانوادہ شریفہ کا کوئی صاحب درایت، فاضل شخص ہے جس نے اپنے دادا حضور سے احساس ندامت ورثہ میں پایا ہے۔ اس لئے نام ظاہر کرنے سے گریز کیا کہ آباؤ اجداد کی عزت پیش نظر تھی۔

افسوس مجھے اس بات کا ہوا کہ پوری انسانیت کی لعنتیں سمیٹنے، جہنم کا سرٹیفکیٹ پانے، خسارے اور ندامت میں مبتلا ہونے کے باوجود تا حال انداز فکر ونظر وہی ہے۔ وحی و روایت سے فرار اور درایت کے بل بوتے پر احکام الٰہی سے بغاوت بلکہ استہزاء، قدیم اور اصلی ابن آدم تمہارے دادا قابیل نے کم از کم اللہ کے فرستادے کالے کوّے سے کچھ تو سیکھ لیا تھا مگر جدید ابن آدم براؤن بندریا سے کچھ سیکھنے کی بجائے اسے رجم کرنے والوں کے خلاف آواز بلند کر رہا ہے۔

عزیزی، ابن آدم! کیا آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اللہ نے حیوانات کی مثالیں دیکر آسمانی کتابوں میں اپنے بندوں کو کچھ سمجھایا، ان کی تمثیلوں کے ذریعے اپنے بندوں کی خیر وصلاح کیلئے بہت کچھ دکھاتا ہے۔ آپ ہر جگہ اصول درایت لیکر بیٹھ جاتے ہیں اس طرح تو کل کلاں آپ کے بچے یہ بھی پوچھنے لگیں کہ قران کریم میں جو ہے'' وأوحی ربك الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ......الایۃ'' اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ پہاڑوں میں، درختوں میں، اور چھتریوں میں جو لوگ بناتے ہیں گھر بنا، پر ہر قسم کے میوے کھا، اور اپنے رب کے

صاف رستوں پر چلتی جا، الخ۔ (سورۃ النحل: ۶۰-۶۱)

یہ وحی کون فرشتہ لایا تھا، کس زبان میں تھی، کیا مکھی کو وہ زبان آتی تھی، پھر اس مکھی نے اپنی نسلوں میں یہ وحی کس طرح منتقل کی، اس طرح کے بہت سے بے ہودہ سوال ہو سکتے ہیں جیسے آپ نے بندریا کی تمثیل کے قصے میں اٹھائے ہیں۔ جیسے عصر نبوی کے بعض درایت کے علمبرداروں نے مکھی اور مچھر کی مثالوں کے بارے میں ذات باری میں گستاخی کا ارتکاب کیا تھا کہ ''ماذا اراد الله بهذا مثلا''۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا: ''یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا وما یضل به الا الفاسقین'' (سورۃ بقرہ: ۲۶) اس (طرح کی مثالوں سے) اللہ بہتوں کو گمراہ کرتا اور بہتوں کو ہدایت بخشتا ہے اور گمراہ تو صرف فاسقوں کو ہی کرتا ہے۔

عزیزی ابن آدم! ہر بُرا فتویٰ اور بری بات کی اپنے اوپر تطبیق نہ کراؤ کبھی انسان سیدھی راہ بھی اختیار کر لے، ہمیشہ ہی اپنی دانش کے زعم میں مبتلا رہنا، ذہانت کے گھمنڈ کا شکار رہنا کوئی اچھی بات نہیں، اس طرح تو بندہ حد سے گزر جاتا ہے۔ اور خالص ایمان سے بھی پہلو تہی اختیار کرنے لگتا ہے، اس قماش کے لوگوں کے بارے میں عقلوں کے مالک کا فیصلہ قرآن کریم میں مذکور ہے، فرمایا: ''واذا قیل لهم امنوا کما آمن الناس قالوا أنؤمن کما آمن السفهاء الا انهم هم السفهاء ولکن لا یعلمون'' (سورۃ بقرہ: ۱۳)۔ اور جب انسے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگ ایمان لائے تم بھی اسی طرح ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں بھلا جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہم بھی اسی طرح ایمان لے آئیں۔ خبردار بے شک وہی لوگ بے وقوف ہیں، لیکن (اپنی بے وقوفی کو) جانتے نہیں ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عقل و درایت کے زعم باطل نے آپ کے قدیم و جدید افراد خاندان کو کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا، اور حسد کی آگ نے جس طرح قابیل کو اندھا کر دیا تھا اسی طرح اس کی ذریت بھی اسی اندھے پن کا شکار ہے، حتیٰ کہ نور رسالت جس نے چار دانگ عالم میں روشنیاں بکھیر رکھی ہیں اور صدیوں سے لوگ اس کی ضیا پاشیوں سے مستفید ہو رہے ہیں اور نور ہدایت حاصل کر رہے ہیں صحیح احادیث نبویہ کی قندیلیں کرہ ارض کو اس طرح منور کر رہی ہیں جیسے آسمان، چاند، سورج اور ستاروں کی کرنوں سے چمک دمک رہا ہے ''اللہ نور السماوات والارض...... علیٰ نور''۔ (سورۃ النور: ۳۵)

لیکن آگے فرمایا: ''یهدی الله لنوره من یشآء'' (سورۃ النور: ۳۵)۔ مگر ابن آدم آپ کی فیملی کا حال یہ ہے کہ انکا اسلام ابھی طلوع ہو رہا ہے۔ ''طلوع اسلام'' کے علم بردار کی قرص شقاوت تو ظلمت شب جہالت میں ڈوب گئی مگر اس کا اسلام ابھی عرصہ طلوع سے ہی گزر رہا ہے۔ اس لئے بعض من چلے ان پر پھبتی کستے ہیں کہ ''[illegible] شب دیجور کبھی سحر تک نہ پہنچے'' جس شپرہ چشم کو اسلام کا آفتاب نصف النہار نظر نہیں آیا۔ اس کی روسیاہی میں کیا شک ہوگا، ''فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور'' بات یہ ہے کہ آنکھیں روندھی نہیں ہوتیں اندھے تو دل ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (سورۃ الحج: ۴۶)

عزیزی ابن آدم! سچ یہ ہے کہ میرے دل میں آپ کیلئے محبت کے جذبات بھی ہیں اور ہمدردی بھی، کہ میرا ایک کزن اپنے دادا کی کرتوتوں کی وجہ سے اپنا نام تک مخفی رکھنے پر مجبور ہے۔ میں بھی ابن آدم ہوں اور تو بھی ابن آدم، دونوں کی رگوں میں ایک ہی دادا کا خون دوڑ رہا ہے۔ خاندانی اختلافات نے ہمیں ایک دوسرے سے دور ضرور کیا ہے مگر خونی رشتہ ختم نہیں ہو سکا، میری گذارش یہ ہے کہ دادا نے اگر کوئی حماقت کر لی تھی تو بندہ اس سے لاتعلق ہو کر سیدھی راہ اختیار کر لے خوانخواہ منہ چھپانے کا کیا فائدہ، عزیزی! دشمنوں کو خوش کرنے کیلئے غلط کار آباؤاجداد سے تعلق کا اظہار اور نیک دل اور صالح اسلاف کی توہین کوئی دانش مندی کا راستہ نہیں ہے۔ دوستوں نے مجھ سے بہت کہا کہ آپ عجیب آدمی ہیں کہ ایسے شخص کی تحریر پا کر جواب لکھنے بیٹھ گئے ہیں جو بوڑھے بد[illegible]س کی حمایت میں دبلا ہو رہا ہے۔ اور بدکار بندریا کا مقدمہ لڑنے کیلئے ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ حتیٰ کہ حدیثوں کا مذاق اڑا رہا ہے۔ لیکن میرا خیال تھا کہ ممکن ہے کہ ڈارون کے نظریہ ارتقاء کی وجہ سے آپ غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہوں اور بندریاں کو اپنی کوئی عزیزہ سمجھ کر دفاع کرنے چلے ہوں۔

عزیزی! ضد اچھی نہیں، قابیل جیسے غلط کار دادا سے تعلق خاطر دنیا و عقبیٰ میں کہیں خیر کا باعث نہیں، ماضی قریب میں، شاہ ایران نے شاہکار رسالت حضرت عمرؓ سے لاتعلقی کا اعلان کر کے کسریٰ ایران سے رشتہ جوڑا، افغانوں نے اسلامی عہد کو فراموش کر کے اپنے جاھلی آباؤاجداد سے نسبت جوڑی حکام مصر نے اسلامی نجات دہندگان کو ٹھکرا کر فراعنہ مصر کے ساتھ نسب پر فخر کیا، کیا ان قوموں کو دشمنوں نے معاف کر دیا، ان کے اسلام سے اعلان لاتعلقی کو قبول کر لیا۔ بیچارے نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے، شریکے قبیلے میں اس طرح کے اختلافات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ حق و انصاف کا تقاضا ہے کہ انسان عدل کی راہ اختیار کرے، حق کا ساتھ دے، خوانخواہ دشمنوں کے ہاتھوں میں کھلونا نہ بنے، خاندان کے نیک اور صالح بزرگوں کی گستاخی سے باز رہے، اسی طرح دوبارہ ملاپ کی راہ ہموار ہو سکتی ہے، اسی پس منظر سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ غلطی، فرماں برداری، روایت کے امین وحی جلی و خفی کا احترام کرنے والے، اپنی عقل و دانش کو احکام شریعت کے تابع رکھنے والے ھابیل کی نہ

تھی، بلکہ ابن آدم قابیل نے فیش کا شکار ہوکر ابلیس کے عقلی و درایتی فکر میں گرفتار ہو کر مستی کی تھی، حسد اور جنسی جذبات سے مغلوب ہو کر بھائی کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔

عصر جدید کا ابن آدم بھی اسی فکر کا علمبردار نظر آرہا ہے۔ تقلید آباء میں اندھے پن کا مریض ہو رہا ہے۔ اپنے اس رویے کے بھیانک نتائج سے بھی بے خبر ہے، کم از کم الہ العالمین کی نصیحت پر تو نظر رہے۔

"فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم "(سورة النور:٦٣) تو جو لوگ ان (رسولؐ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، ان کو ڈرنا چاہئے، (ایسا نہ ہو کہ) وہ فتنہ کا شکار ہو جائیں یا ان پر عذاب الیم نازل ہو جائے۔

عزیزی ابن آدم! یاد رہے یہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کی حدیث نہیں ہے بلکہ کتاب اللہ کی آیت مبارکہ ہے جسے تسلیم کرنے کا آپ اور آپ کا خاندان دعویٰ کرتا ہے، اس دعویٰ کی حقیقت کیا ہے؟ اس پر گفتگو کسی دوسری فرصت میں ہوگی ان شاء اللہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر اسلام کی مخالفت اور حدیث نبوی کو رد کرنے پر ''الحذر'' اور انتباہ ہے۔ مگر آپ کو ایک دوسرے ''الحذر'' کا خیال رہتا ہوگا جس کا انتباہ بقول علامہ مرحوم، ابلیس نے کیا تھا (آپ کی تحریر کے سیاق وسباق سے یہی اندازہ ہوتا ہے)

الحذر آئین پیغمبر سے سوبار الحذر   حافظ ناموس زن، مرد آزما، مرد آفریں

گرنہ بدکاروں اور حرام کاروں کی اسلامی سزا رجم کے خلاف خامہ فرسائی اور ہرزہ سرائی چہ معنی دارد؟

عزیزی ابن آدم! میں نے گذشتہ مجلس میں ابنائے آدم میں اختلاف کے ابتدائی پس منظر پر روشنی ڈالی تھی اور کوشش کی تھی کہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ اختلاف کی اساس کیا تھی، اور یہ کہ آپ کی کج فکری، فلسفہ درایت اور حدیث روایت سے بغاوت کے ڈانڈے اپنے دادا ابن آدم قابیل کے واسطے سے ابلیس کے افکار سے ملتے ہیں۔ معلوم نہیں آپ نے اس سے کیا اخذ کیا ہے؟ کوئی قربت اور میل ملاپ کی راہ نکلتی ہے؟ یا مزید اختلاف بڑھتا ہے۔ احباب نے تو مجھ سے کہا تھا کہ ابن آدم سنجیدہ نہیں ہے اور علم سے بھی کورا اور فکری طور پر بھی کور نگاہ نظر آتا ہے اخلاقی جرات سے بھی محروم ہے، اپنا نام تک لکھنے کی ہمت نہیں ہے۔ آپ اسے سمجھا کر وقت ضائع نہ کریں۔

مگر میرا خیال ہے کہ عزیزی کو علم کی شدھ بدھ ہے، تحریر میں عربی کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ معلومات کا ذخیرہ بھی ہے بس شریعت کے باغی قبیلے میں گھرا ہوا ہے۔ ان کی ہاں میں ہاں ملانے پر مجبور ہے، اور کچھ غالباً'' واضله الله على علم'' کا شکار ہے۔ ایسے طالب علم کو نظر انداز کرنا مناسب نہیں اور ہماری دینی ثقافت اس کی اجازت بھی نہیں دیتی ارشاد باری تعالیٰ ہے:''عبس وتولى ان جاءه الاعمى'' میری اس دلیل پر احباب خاصے ناراض ہوئے کہ آپ ابن آدم کا ایک ایسے شخص کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں۔ جو اگرچہ بظاہر بینائی سے محروم تھا مگر اللہ نے اسے بصیرت سے حظ وافر عطا کر رکھا تھا اور اخلاص وخشیت الٰہی کی سعادت سے مالا مال حصول علم کی خاطر دربار رسالت میں باادب حاضر ہوا تھا، اور یہ شخص بصیرت سے محروم، اعلیٰ اخلاق سے عاری، مکالمے کے آداب سے ناآشنا گستاخی واستہزاء کا عادی معلوم ہوتا ہے۔ مگر راقم نے یہی مناسب سمجھا کہ مایوسی کی بجائے مزید کوشش کی جائے اختلاف اپنی جگہ نصیحت کا فرض ادا کرنا ضروری ہے۔ نم مہیا کی جائے مٹی زرخیز ثابت ہوتی ہے یا سرانڈ کا شکار ہو کر بدبو کے بھبھوکے چھوڑتی ہے، اس کی قسمت۔ تو عزیزی! خاندانی اختلاف کے ایک اور پس منظر اور تاریخی واقع کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں، شاید آپ کی سوچوں میں اس سے کوئی اصلاح کی صورت پیدا ہو سکے۔

ابنائے آدم کے اس اختلاف کے ایک عرصہ بعد آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام نبی اللہ ہو کر تشریف لائے لوگوں کو قبول حق کی دعوت دی، صدیوں تک دعوت و تبلیغ میں مشغول رہے، معدودے چند خوش نصیب قبول حق کی سعادت سے سرفراز ہوئے، حضرت نوح نے صدیوں تک ہمت نہ ہاری، طعن وتشنیع برداشت کرتے رہے اور صدائے حق بلند کئے رکھی بالآخر عالم بالا سے خبر مل گئی ''انه لن يؤمن من قومك الا من قد آمن ''یعنی تیری قوم کے جو افراد ایمان لے آئے ہیں ان کے علاوہ کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ قوم کے جور وجفا اور ظلم وستم اور گستاخیوں سے تنگ آ کر حضرت نوح نے دربار الٰہی میں ہاتھ پھیلائے، انہیں عذاب الٰہی کی اطلاع دیدی گئی قوم پر عذاب غرقاب کی صورت میں اہل ایمان کے بچاؤ کے تدبیر بھی اللہ نے اپنے نبی کو بتا دی جس کی روشنی میں وہ کشتی بنانے لگے، حواس انبیاء سے بیگانہ، منکرین فرمان پیغمبر، عقل سے بالاتر وحی ورسالت کو بھی مسترد کرنے کے عادی اور فتنہ درایت میں مبتلا لوگ تمسخر واستہزاء کرنے لگے کہ پانی کا کہیں نام ونشان نہیں یہ کشتی بنا رہے ہیں۔ ہر گزرنے والا مذاق اڑاتا، دنیاء دون کی رنگینیوں میں سرمست، مقام رسالت ونبوت سے ناآشنا، اخبار نبوی کی حقانیت وصداقت سے بے خبر نادان اپنی ہلاکت کی طرف بڑھ رہے تھے، مگر انہیں اپنے انجام بد کا ذرا بھی احساس نہ تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:''ويصنع الفلك وكلما مر عليه ملأ من قومه سخروا منه ''الآية (ہود:٢٨)

اور (نوحؑ) کشتی بناتے تھے، اور جب ان کی قوم کے سرداران کے پاس سے گذرتے تو ان کا مذاق اڑاتے، (نوحؑ) نے فرمایا اگر تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو جس طرح تم ہمارا تمسخر اڑاتے ہو ہم بھی (وقت آنے پر) تمہارا مذاق اڑائیں گے، اور تم جلد ہی معلوم کرلو گے کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا اور کس پر ہمیشہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ (ھود: ۳۸)

حضرت نوح علیہ السلام کی واضح خبروں کے باوجود وہ اپنی گمراہی، ہٹ دھرمی اور گستاخی سے باز نہ آئے شاید انہوں نے حدیث کا استخفاف کرتے ہوئے، کشتی پانی کے بغیر تیرنے کو عقل سلیم کے خلاف سمجھتے ہوئے، حضرت نوح علیہ السلام کے فرامین کو درایت کی رو سے غیر معتبر قرار دیا، وہ اپنی اسی خرمستی اور استہزاء میں تھے کہ عذاب الٰہی نے انہیں آدبوچا، نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا بھی عقل پرستی کا شکار ہوگیا۔ اس کے والد گرامی نے ہمدردی سے اسے کشتی میں سوار ہونے کی دعوت دی تو اس نے عقلی دلیل دے کر اسے ٹھکرایا، اور کہنے لگا ''میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا جو مجھے پانی کی موجوں سے بچالے گا، باپ نے بہت سمجھایا کہ جسے اللہ نہ بچائے اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچاسکتی۔ مکالمہ جاری تھا کہ وہ پانی کی موجوں میں بہہ گیا اور غرق گیا۔ (ھود: ۴۳)

اسکی نسل ہمیشہ کیلئے کٹ گئی مگر قابیل کی طرح اسکے مبنی بر درایت و عقل پرستی اور گستاخانہ نظریات ناپید نہیں ہوتے، عقل کے اندھے اس کا انجام جاننے کے باوجود اسی راہ پر چل رہے ہیں، دین اور اہل دین کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ کا استخفاف جاری ہے۔ حدیث رسول کے علمبرداروں کو تمسخر کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔

عزیزی ابن آدم! یہ بھی ایک موڑ تھا جہاں نسل انسانی میں آویزش بڑھی۔ خلیج وسیع ہوئی۔ روایت کے امین اور درایت کے پرستاروں میں فاصلے بڑھے۔ اس طرح ہم تم دور ہوتے چلے گئے۔ وحی و رسالت پر ایمان لانے والوں نے ہمیشہ شرافت اور سنجیدگی سے نصیحت کا فرض ادا کیا مگر دوسری طرف سے تمسخر و استہزاء تحریف دجل، مسلمات الٰہیہ کا انکار، قابل قدر بزرگوں کی گستاخی وغیرہ کے سوا کبھی کوئی معقول جواب نہیں ملا۔ مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ عزیزی ابن آدم نے قابیل اور کنعان کی روش کو اختیار کیا ہے۔ اور آزادی افکار کے فتنہ میں گرفتار ہوا ہے۔ انبیاء کرام کی تعلیمات سے پہلو تہی اور مادر پدر آزادی سے انسان دون فطرت ہو کر ابلیسی نظام فکر ونظر کا رسیہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ داناء روزگار، حکیم الامت نے فرمایا تھا۔

جو دونی فطرت سے نہیں لائق پرواز — اس مرغک بیچارہ کا انجام ہے افتاد
ہر سینہ نشیمن نہیں جبریل امین کا — ہر فکر نہیں طائر فردوس کا صیاد
اس قوم میں ہے شوخئ اندیشہ خطرناک — جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد
گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ — آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

عزیزی ابن آدم! ہزار طوفانوں، بغاوتوں اور ابلیسی ہتھکنڈوں کے باوجود اللہ نے اپنے بندوں کی دستگیری کی اپنے ایک عظیم بندے اور خلیل کے ذریعے دنیا کو چراغ ھدایت دکھایا، جدالانبیاء حضرت ابراہیمؑ تشریف لائے، اپنے عصر کے بڑے بڑے سرکش اور باغی حکمرانوں سے ٹکرائے، عقل پرستوں سے مناظرے کئے، دلائل کے میدان میں انہیں خاموش ہونے پر مجبور کیا، اللہ نے ان پر بڑا خصوصی فضل فرمایا، خوش اطوار، اطاعت گزار اولاد سے نوازا، خود اطاعت الٰہی کے جذبہ سے حیرت انگیز حد تک سرشار تھے۔ بلا کے امتحانوں سے گذرے مگر کہیں ہوا نفس غالب نہ آئی، ہر امتحان میں کامیاب رہے۔ مولیٰ نے حکم دیا ''اسلم'' بلا چون چرا جواب دیا ''اسلمت لرب العالمین'' انکے دو مشہور معروف بیٹے تھے۔ اور دونوں ہی کمال ادب سے مالا مال تھے، ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کے جد امجد حضرت اسماعیلؑ نے تو اطاعت و فرماں برداری کی ایسی لازوال روایت قائم کی جسکی مثال نہیں ملتی۔ والد گرامی نے کتاب اللہ پڑھ کر نہیں سنائی بلکہ ایک خواب بیان کیا، بیٹے نے درایت کا مسئلہ کھڑا کیا نہ خبر واحد کا بہانہ بنایا بلکہ وحی الٰہی جان کر سر تسلیم خم کر دیا۔ ''قال یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحك فانظر ماذا تری ......الا یة، (الصافات: ۱۰۲) ابراہیم نے کہا: بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں، کہ (گویا) تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ سو تم سوچو کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا ابا جو آپکو حکم ہوا ہے وہی کیجئے اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابروں سے پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے امتحان میں سرخرو بھی کیا اور بیٹا بھی سلامت رہا اور رہتی دنیا تک ابراہیمؑ کا ذکر خیر بھی قربانی کی صورت میں باقی رکھا۔ اگر آپ کا قبیلہ اس کا مذاق اڑاتا اور اسے رسم قبیح قرار دیتا ہے۔ مگر آپ کے خانوادہ نے تو ہر الٹا کام کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ صدق اللہ حیث قال نولہ ما تولی ......الایة (سورۃ النساء: ۱۱۵)' اسماعیل عقل پرستی کا شکار ہو جاتے۔ درایت کی بیخ لگاتے، باپ سے قطعی دلائل مانگتے۔ انکی مبنی بر خواب اس حدیث مبارک کو خلاف خرد قرار دیکر مسترد کر دیتے تو انہیں یہ مقام بلند کہاں ملتا۔ وہ الٰہی تعلیمات اور جذبہ اطاعت کی بدولت روح زندگی، اور فلسفہ حیات جاوداں سے آگاہ تھے۔ عزیزی ابن آدم ! یہی وہ راز حیات اور فلسفہ زندگی ہے۔ جس سے آپ کا قبیلہ محروم ہے۔

شعلہ ہے تیرے جنوں کا بے سوز — سن مجھ سے یہ نکتہ دل افروز
انجام خرد ہے بے حضوری — ہے فلسفہ زندگی سے دوری
افکار کے نغمہ ہائے بے صوت — ہیں ذوق عمل کے واسطے موت
دیں مسلک زندگی کی تقویم — دیں سر محمد ﷺ و ابراہیم
دل در سخن محمدی بند — اے پور علیؓ ز بو علی چند

عزیزی! یہ سلسلہ نبوت ورسالت اور جزبہ اتباع واطاعت طویل مدت تک اولاد ابراہیم میں چلتا رہا مگر پھر اولاد ابراہیم میں سے ایک قبیلہ بنی اسرائیل پیدا ہو گیا۔ جس میں قابیل ابن آدم کی رگ حسد جاگ اٹھی، حسد اور صالحین کو قتل کرنا انکے پسندیدہ مشغلے تھے، صدیوں تک انمیں سلسلہ نبوت ورسالت جاری رہا کسی نے کوئی مسئلہ کھڑا نہیں کیا، مگر جوں ہی بنی اسماعیل میں حضرت محمد ﷺ تاج نبوت ورسالت پہن کر پوری انسانیت کیلئے وحی جلی وخفی کی سوغات لیکر تشریف لائے۔ بنو اسرائیل نے طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا، مقابلے کیلئے کمربستہ ہو گئے۔ ہدایت محمدی کا چراغ گل کرنے کی ہر سعی بروئے کار لائے مگر "هو الذي ارسل رسوله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله و لو كره المشركون (القصف:۹)" وہ چاہتے ہیں کہ نور الٰہی کو منہ (کی پھونکوں) سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے۔ گو کافر برا ہی مانیں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے (باقی) تمام مذاہب پر غالب کر دے اگر چہ مشرکین ناخوش ہی ہوں۔

مگر وہ وحی الٰہی پر کان دھرنے والے، خبر ساوی پر یقین کرنے والے کہاں تھے، انہیں تو بس حسد کھاتے جا رہا تھا کہ پیغمبر آخر الزمان بنو اسحٰق کی بجائے بنو اسماعیل میں سے کیوں آ گیا ہے آنحضرت کی آمد سے قبل وہ لوگ آپ کی بعثت کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ اور علامات نبوت کو بھی خوب جانتے تھے۔ ارھاصات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بعثت نبوی ﷺ سے قبل انہیں بہت کچھ بتا اور دکھا بھی دیا۔ یہ بندریا کے رجم کا قصہ جسکی وجہ سے آپ کو بکی کا سامنا ہے اور آپ ہمدردی حیوانات کی وجہ سے دبلے ہوئے جا رہے ہیں، غالباً انہیں ارہاصات میں سے ہے۔

آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ یہ کوئی مرفوع حدیث نہیں ہے جس کا استہزاء آپ کے قلب ونظر کی تسکین کا سامان فراہم کرتا ہو۔ نہ اس پر کوئی احکام شریعت مبنی ہیں۔ نبی ﷺ نے جس خاتون کو رجم کرایا تھا وہ بھی عمرو بن میمون کے اس اثر کی بنیاد پر نہیں تھا۔ تو میں عرض کر رہا تھا یہود و نصاریٰ نے بالخصوص چراغ نبوت گل کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر انہیں ذرہ بھر بھی کامیابی نہ ہو سکی، حتی کہ مشرکین نے ان سے اپنے اور آنحضرت ﷺ کے بارے میں دریافت کیا۔ انکا خیال تھا کہ یہ اہل کتاب ہیں کتب سماویہ کی روشنی میں کوئی بھلی بات بتائیں گے مگر کم بختوں نے فیصلہ دیا کہ محمد ﷺ کی نسبت مشرکین زیادہ راہ ہدایت پر ہیں بالکل ویسے ہی جیسے عصر حاضر کا جدت پسند مسلمان جو عقل بے مایہ کی امامت میں سرگرداں ہے اور نور کتاب وسنت کو رجعت پسندی سے تعبیر کرتا ہے۔ اور اغیار کی خوشنودی کیلئے کتاب اللہ کی تاویل اور سنت وحدیث مصطفوی ﷺ کے انکار جیسے مکروہ شغل میں مصروف ہے۔ اسے کون سمجھائے کہ

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں — راہبر ہو ظن وتخمین تو زبوں کار حیات
فکر بے نور ترا، جذب عمل بے بنیاد — سخت مشکل ہے کہ روشن ہو شب تار حیات

عزیزی! اہل ایمان کو بہت سے داخلی وخارجی فتنوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر معرکے میں فتح بخشی سب مخالفین کا وہی حشر ہوا۔ جو آنحضرتؐ نے چھوٹے دجال ابن صیاد کو کہا تھا کہ "لن تعدو قدرك ابدا" تو کبھی اپنی اس حیثیت سے نہیں بڑھ سکے گا۔

قصہ بہت طویل اور دردناک ہے تفصیلات کا وقت نہیں۔ بالآخر ظاہری معرکوں میں ناکامیوں سے تنگ آ کر فارس و ایران کے مجوسیوں کے تعاون سے ایک باطنی سازش کا اہتمام کیا گیا۔ اور اسلام کے خلاف عجمی سازشیں تیار کی گئی جس کا مقصد مسلمانوں کا روپ دھار کر اہل اسلام کو دین سے بدگمان کرنا۔ اسکی من مانی تاویلات نشر کرنا۔ اور تحریک اسلام کے بڑھتے ہوئے زور کو ہر ممکن طریقے سے روکنا تھا۔ مسلمانوں میں سے بھی کچھ سادہ دل، کم علم، کچھ منافقین اور شاطر و فتنہ پرور، کچھ یہود و نصاریٰ کی رھبانیت کے شائق صوفیاء کا تعاون سازش کے بانی مجوسیوں کو حاصل ہو گیا۔ پھر قرآن کریم کے متفق علیہ مفاہیم کی تاویلوں کا بازار گرم ہو گیا، باور کرایا گیا کہ پوری شریعت دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک اس کا ظاہر ہے۔ اور ایک باطن ہے کہیں شریعت و طریقت کے نام سے مفہوم بگاڑنے کی کوشش کی گئی۔ دین کا حلیہ بگاڑنے اور پنے مکروہ عزائم کی تکمیل کیلئے آپ ﷺ کے نام پر موضوع حدیثوں کا سیلاب آیا۔ الغرض کہ کوئی بد سے بدتر اور گھناؤنا جرم نہیں جو اس سازش کو رواج دینے کیلئے نہ کیا گیا ہو۔ مگر اللہ کا وعدہ ہے" انا نحن نزلنا الذكر و انا له لحافظون "اور اس نے پورا کر دکھایا۔ ایسے رجال کار پیدا فرمائے، جنہوں نے تمام سازشیں بے نقاب کر دیں۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ کے ایک ایک لفظ کو علم و تحقیق کے اعلیٰ تر معیار پر جانچ پرکھ کر دین کے سرچشمہ مصطفی ﷺ کو ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دیا،

تابعین، تبع تابعین اور ائمہ ھدیٰ نے باطنی سازش کے تار پود اس طرح بکھیرے کہ پھر کبھی حق و باطل میں التباس نہ ہو سکا۔ اور دین حق اپنی اصلی شکل میں دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گیا۔ باطنی سازش کے منصوبہ سازوں کو بری طرح ناکامی ہوئی اور رسوائی و روسیاہی کے سوا کچھ پلے نہ پڑا۔ پھر الٹا چور مچائے شور کے بمصداق، خود زیر زمین چلے گئے اور مختلف بلدان میں مختلف امصار ناموں اور تحریکوں کی صورت میں نمودار ہوتے رہے۔

اصل اور محفوظ دین کے خلاف شور بپا کر دیا، کہ یہ عجمی سازش کا شاخسانہ ہے آپ دور نہ جائیں اپنے ماحول میں پھیلے ہوئے قرآنی نظام کے دعویداروں، مکاروں اور عیاروں کو دیکھ لیں۔ انکی ساری جدوجہد صحیح ترین ذخیرہ حدیث کو مشکوک ثابت کرنے کیلئے ہے۔ جبکہ موضوع اور من گھڑت احادیث کے خلاف انکی کوئی کاوش آپکو نظر نہیں آئے گی۔

باطنی زیر زمین گئے تو سازش بھی گہری اور خوفناک ہو گئی، اخوان الصفا کے نام سے ایک گروہ تشکیل دے لیا اور اسلام کے خلاف جدوجہد میں مصروف ہو گئے۔ اپنی نکبت و ادبار کے ایام میں "رسائل اخوان الصفا" کے نام سے اپنے عقائد باطلہ اور افکار زائغہ کی جگالی کی جسے بدطبیعت، بدفطرت، حریت پسند، آوارہ فکر، آزاد مزاج لوگ لے اڑے اور فلسفیانہ افکار سمجھ کر انہیں نشر کرنے لگے۔ یقین جانیں "رسائل اخوان الصفا" کی اشاعت کے بعد سے آج تک اسلام کے خلاف ہر بدترین سازش کے اصول انہیں سے اخذ کئے ہیں۔ اپنے لاہوری پرویزی حیلوں کے ڈانڈے بھی انہیں سے ملتے ہیں۔ کوئی ایک بات بھی اپنی اور طبع زاد نہیں ہے۔ سب انہیں کا فکر حرام ہے اور سرقہ کی حماقت اس پر مستزاد۔

عصر حاضر کا آوارہ مزاج اور بزعم خویش پڑھا لکھا نوجوان طبقہ جو دین و شریعت کی پابندیوں اور اسلامی نظام زندگی سے بیزار تھا، اپنی آوارگی اور آزادی کیلئے سہارے کی تلاش میں تھا۔ کچھ خام فکر، جدت پسند طبائع اور ناپختہ ذہن یورپی پروپگنڈے سے متاثر ہو کر اسلام کی تشکیل جدید کے خواہش مند تھے۔ اصول دین سے ناواقف، مآخذ دین سے نابلد اور فکر و تدبر کے سلیقہ سے محروم ہونے کی وجہ سے صحیح و غلط کی تمیز سے بھی نا آشنا تھے۔ وہ آسانی کے ساتھ اس باطنی سازش کا شکار ہو گئے، دینی افکار کو فرسودہ قرار دیکر، کتاب و سنت کے امت کے ہاں مجمع علیہ مفہوم کے خلاف طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا۔ پھر وہی ہوا جسکی طرف حکیم الامت نے توجہ دلائی تھی۔

آزادی افکار سے ہے انکی تباہی   رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادی افکار   انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

علامہ مرحوم کی نظر کس قدر دقیق تھی۔ اور تجزیہ کتنا خوبصورت کہ انسان جو ابن آدم ہے نہ صرف آزادی افکار کی بدولت حیوانیت میں قدم رکھ چکا بلکہ ارذل الحیوانات بندروں کی وکالت پر زور علم صرف کر رہا ہے۔ عزیزی! یہ علم و تحقیق کا تمسخر کس بنا پر؟ کیا وہ احادیث نبویہ جب پر آپ کے ذکر کردہ اہل علم اور پوری امت کو اتفاق ہے وہ آپ کے ہاں مسلم ہیں۔ انکی تضحیک نہیں ہے۔ کون اور کیا بچا ہے؟

آپ کی دستبرد سے، جس قرآنی نظام کے آپ علم بردار ہیں اس قرآن کو آپ نے اور آپ کے گروہ نے معاف کیا۔ قدم قدم پر تحریف، لفظ لفظ پر دجل، ایک ایک اصول کی تاویل۔ میں آپ کی تفریح طبع کیلئے متفق علیہ اصول ایمان کے بارے میں بانی طلوع اسلام کے پرویزی حیلوں کے نمونے دکھا دیتا ہوں۔ شاید آپ کی ھدایت کا کوئی سامان بن سکے۔ اور اس سے قارئین محترم کو بھی اندازہ ہو سکے گا کہ ان سے اسے حدیث رسول اور اسکے مفہوم کے احترام کی توقع کس قدر ہے؟

﴿اصول ایمان کا انکار:﴾

لفظ "اللہ" سے مراد ذات باری تعالیٰ نہیں بلکہ "قانون" ہے۔

"سلیم اگر تم ایک نقطہ کو سمجھ لو تو قرآن فہمی میں تمہاری بہت سی مشکلات کا حل خود بخود نکل آئے گا۔ یعنی ان مقامات میں جہاں قرآن کریم میں لفظ "اللہ" استعمال ہوا ہے۔ اللہ کی جگہ اگر تم اللہ کا قانون کہہ لیا کرو تو بات بالکل واضح ہو جائیگی" (سلیم کے نام ج اص ۱۷۳)

عزیزی ابن آدم! قرآن کریم کا یہ مفہوم حدیث کی کونسی متفقہ کتاب میں وارد ہوا ہے۔ بس صرف "یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا" میں یہ تجربہ کر دیکھیں ﴿اللہ کو کائنات سے الگ عرش معلی پر مستوی ماننا پرویز کے ہاں "غیر قانونی تصور ہے"﴾

اور ابن آدم کے خانوادہ شریفہ کے یہ سربراہ مسلمانوں کے اس متفقہ قرآنی عقیدہ کا مذاق ان الفاظ میں اڑاتے ہیں۔

"خدا کے متعلق عام تصور یہی ہے کہ وہ کائنات سے باہر انسانی دنیا سے الگ اپنے عرش حکومت پر بیٹھا ہے۔ ہمارا فریضہ یہ ہے کہ ہم اس کے احکامات بجالاتے رہیں۔ اس سے وہ خوش ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو وہ ناراض ہو کر انسانوں کو جہنم میں ڈال دیتا ہے۔ یہ تصور غیر قانونی ہے۔ (سلیم کے نام ج ۲ پیش لفظ)

کیا موصوف کے نزدیک "الرحمان علی العرش استوی" "صحیح بخاری

کی کسی حدیث میں وارد ہوا ہے۔جس کا انکار باعث تسکین ابن آدم ہے؟ پھر موصوف نے یہ بھی نہیں بتایا اس کا قانونی تصور کیا ہے؟ اور کس آیت میں درج ہے اور وہ کس پارے اور کس رکوع میں مذکور ہے، یا بقول ابن آدم ان کی المار ی میں محفوظ ہونا ہی کافی ہے۔

﴿طلوع اسلام کا اللہ اور رسول ''اسلامی نظام حکومت'' ہے﴾

(قرآنی فیصلے ج ۱ ص ۲۳) میں کسی خود ساختہ قرآنی آیت کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں، قرآن میں جہاں اللہ اور رسول کے الفاظ اکٹھے آتے ہیں۔وہاں اس سے مراد کیا ہوتی ہے؟ اس سے مراد ''اسلامی نظام حکومت'' ہے جو خدا کے احکام نافذ کرنے کیلئے متشکل ہوتا ہے۔''

﴿اللہ اور اسکے رسول کی مزید گستاخی﴾

بعض ائمہ تفسیر کے اقوال سے اپنی مرضی کا مفہوم اخذ کر کے لکھتے ہیں

''ان حضرات کے اقوال سے دو باتیں ظاہر ہو گئیں۔ایک یہ کہ ان کے نزدیک ''اللہ اور رسول'' سے مراد امام وقت ہے اور دوسرے یہ کہ......'' (قرآنی فیصلے ج ۲ ص ۲۲۴)

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔'' قرآن کریم میں مرکز ملت کو اللہ اور رسول کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے'' (معراج انسانیت ص ۳۲۳) انکار حدیث کیلئے راہ ہموار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''رسول اللہ کے بعد 'خلیفۃ الرسول' رسول اللہ کی جگہ لے لیتا ہے۔اب خدا اور رسول کی اطاعت سے مراد اسی جدید مرکز ملت کی اطاعت ہوتی ہے'' (معراج انسانیت ص ۳۵۷)

﴿آخرت اور جنت دوزخ کے بارے میں قرآن کریم کا انکار﴾

لکھتے ہیں۔'' جہنم انسان کی قلبی کیفیت کا نام ہے، لیکن قرآن کریم کا انداز یہ ہے کہ وہ غیر محسوس مجرد حقائق کو محسوس مثالوں سے سمجھاتا ہے'' (جہان فردا ص ۲۳۵) ''جہنم کی طرح اخروی جنت بھی کسی مقام کا نام نہیں۔کیفیت کا نام ہے'' (حوالہ مذکور ص ۲۷۰)

''یوم القیامۃ'' سے مراد ہوگا وہ انقلابی دور جو قرآن کی رو سے سامنے آیا تھا (ص ۱۳۳)

''سامان آخرت سے مقصود ہے وہ متاع جسے (انسان) آنے والی نسلوں کیلئے جمع کرتا ہے'' (اسباب زوال امت ص ۲۶)

﴿ملائکہ کا پرویزی تصور﴾

''ملائکہ ہماری اپنی داخلی قوتیں ہیں۔یعنی ہمارے اعمال کے وہ اثرات جو ہماری ذات پر مرتب ہوتے رہتے ہیں'' (ابلیس و آدم از پرویز ص ۱۲۶)

﴿قرآن فہمی کے پرویزی اصول﴾

قرآن اپنی تفہیم کیلئے اناجیل، جاہلی شعراء کے کلام اور مغربی محققین کا محتاج ہے۔

شعلہ مستور (ص ۹۸) میں اپنے قرآنی فکر کی اساس یوں بیان کرتے ہیں۔'' قرآن کریم تک آنے سے پیشتر ہمیں ایک بار پھر اناجیل پر غور کر لینا چاہیے'' اناجیل جیسی کچھ بھی ہیں'' بہرحال شعراء جاھلیہ کے کلام کا بیشتر حصہ اپنے الفاظ میں عربی ادب کی کتابوں میں مدون اور محفوظ ہو گیا ہے۔اس لئے ان اشعار کی مدد سے ان الفاظ کا مفہوم بھی متعین کیا جا سکتا ہے جو ان سے زمانہ نزول قرآن میں لیا جاتا تھا۔بہرحال انہی کے بیانات کو سامنے رکھا جائے گا۔اس کے سوا چارہ ہی نہیں لغات القرآن جلد ۱، ص ۱۲، میں اپنی جاہلیت پرستی کا اعتراف درج ذیل الفاظ میں کیا ہے۔مگر یاد رہے کہ جاہلی شعراء اور مشرکین مکہ بھی '' اللہ اور رسول'' آخرت اور فرشتوں کا وہ مفہوم نہیں لیتے تھے جو موصوف نے اپنی تصانیف میں بیان کیا ہے۔

ایک مقام پر قرآن فہمی میں حدیث وسنت اور سلف کی تصریحات کی بجائے مغربی محققین پر اپنے اعتماد کا اظہار درج الفاظ میں کیا ہے۔جس سے موصوف کے قرآنی فکر کی اصابت کا اندازہ بسہولت کیا جا سکتا ہے۔نیز ذریت پرویز کی اہل علم و ایمان اور حاملین کتاب وسنت کے ساتھ استہزاء و تمسخر کی وجہ بھی بآسانی سمجھی جا سکتی ہے۔لکھتے ہیں۔

'' حقیقت یہ ہے کہ جس قوم پر صدیوں سے سوچنا حرام ہو چکا ہو۔اور تقلید کہن زندگی کی محمود روش قرار پا چکی ہو۔ان میں فکری صلاحتیں بہت کم باقی رہ جاتی ہیں۔لہذا ہمیں اس مقصد کیلئے بھی مغرب کے محققین کی طرف ہی رجوع کرنا ہوگا'' (سلیم کے نام ج ۳ ص ۲۵۱)

اہل مغرب، جاہلی شعراء اور یہود ونصاری کے اس اندھے مقلد کو کون سمجھائے کہ مسلمان محققین محدثین، اہل علم اور ملت اسلامیہ کے سلف صالحین نے تو سلام کے اصلی مآخذ قرآن وحدیث کی حفاظت کا فرض انسانی تاریخ کے سب سے اعلی علمی معیار کے مطابق اس زمانہ میں سرانجام دے دیا تھا۔جب پورا مغرب قرون مظلمہ (Dark Ages) میں اپنی اور اپنے مذہب کی بقاء کے سہارے ڈھونڈ رہا تھا۔اور حصول علم کیلئے اہل اسلام کا دست نگر تھا۔بلکہ سیاسی طور پر بھی اسلامی قلمرو کے زیر نگین تھا۔اور متن (Text) کے ساتھ ساتھ اسکے نبوی مفہوم کی بھی اسی طرح حفاظت کر دی تھی۔پھر اس سے استدلال واستنباط کا سلسلہ تو جاری رہا مگر اصل مفاہیم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔البتہ عجمی سازشوں کے تحت ناکام کوششیں جاری رہیں اور اہل نفاق اپنی روسیاہی کا سامان کرتے رہے۔اور اہل حق سے منہ کی کھاتے رہے۔

ابن آدم! ایمان داری سے بتایئے آپ کے تمسخر استہزاء کا صحیح نشانہ کون سا

گروہ ہونا چاہیے۔وہ لوگ جو کتاب وسنت کی حفاظت اور اسکے مفہوم کی صیانت کا فریضہ ادا کرتے رہے اور اس کیلئے وحی ورسالت، اسکے حاملین اور ناقلین پر اعتماد کرتے رہے۔اور سازشوں کے خلاف سینہ سپر رہے۔اور اپنے عقیدہ و مذہب اور فکر ونظر کو کفر اور اہل کفر کی نجاست سے کبھی آلودہ نہیں ہونے دیا۔یا وہ لوگ جو اللہ کی عداوت، غضب اور لعنت کے مستحق یہود ونصاریٰ کی محرف اناجیل کو فہم قرآن کیلئے ناگزیر برقرار دیتے ہیں۔حدیث رسول اللہ کو غیر محفوظ مشکوک اور اسکے مقدس مجموعوں کو عجمی سازش قرار دیتے ہیں اور جاہلی شعراء کے کلام کو محفوظ اور قابل اعتماد سمجھتے ہیں۔

اور دین سمجھنے کیلئے امت اسلامیہ کی قابل قدر اور محترم شخصیات سے بیزاری کا درس دیتے اور کل کی پیداوار دشمنان اسلام مغربی محققین کی طرف رجوع کو لازمی قرار دیتے ہیں۔جب کہ تا حال وہ خود کسی ایک انجیل پر متفق نہیں ہو سکے۔اور اپنے دین کا سرا تلاش کرنے میں ناکام ہیں۔بلکہ اب تو حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت بھی انکے ہاں سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے۔ہمیں انسے دین سیکھنے کی تلقین کی جا رہی ہے جنکی تگ وتاز کا مرکزی ہدف قرآن حکیم کے الفاظ میں ہمیں اپنے دین سے برگشتہ کر کے کفر کی وادی ظلمات میں دھکیلنا ہے۔

" ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سوا"

وہ چاہتے ہیں کاش کہ تم بھی ویسے ہی کفر کرو جیسے انہوں نے کفر کیا پھر سب برابر ہو جاؤ۔

" ود کثیر من اھل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارا حسدا من عند انفسھم من بعد ما تبین لھم الحق "

ان اہل کتاب کے اکثر لوگ باوجود حق واضح ہو جانے کے محض حسد وبغض کی بناء پر تمہیں بھی ایمان سے ہٹا دینا چاہتے ہیں۔

عزیزی! اللہ نے تمہیں تیر نشتر کا فن خوب دے رکھا ہے مگر اسے کام میں لاتے ہوئے دو باتوں کا خاص خیال رکھا کرو۔

(۱) اللہ ورسول شعائر دین اور آیات الٰہیہ کو اپنے فن کیلئے تختہ مشق نہ بنایا کرو۔ایسی عظیم ہستیوں کے ساتھ اٹھکیلیاں بہت مہنگی پڑیں گی۔آپ کے خانوادہ شریفہ کے بزرگ پہلے بھی یہ تجربہ کر چکے ہیں ان سے سبق سیکھو۔

" ولئن سألتھم لیقولن انما نخوض و نلعب ،قل أبا للہ و آیاتہ و رسولہ کنتم تستھزئون۔لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم إن نعف عن طائفۃ منکم نعذب طائفۃ با نھم کانوا مجرمین "(التوبہ:٦٦)

اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یوں ہی آپس میں ہنس کھیل رہے تھے۔کہہ دیجئے۔کیا اللہ، اسکی آیتیں اور اسکا رسول ہی تمہارے استہزاء کیلئے رہ گئے تھے۔تم بہانے نہ بناؤ، یقیناً تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کیا ہے۔اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں سے درگزر بھی کر لیں تو کچھ لوگوں کو انکے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے۔(یاد رہے اگلے پچھلے تمام) منافق مرد وعورت آپس میں ایک ہی ہیں۔

(۲) تیر و نشتر چلانے کا یہ فن آپ کی میراث نہیں۔کوئی دوسرا بھی اس پر طبع آزمائی کر سکتا ہے۔علم وتحقیق کے میدان میں تمہارے قبیلے کی خطائیں، جفائیں اور بدترین ادائیں متعفن نجاست میں پیدا ہونے والے کیڑوں کی تعداد سے بھی شاید زیادہ ہوں، مگر انہیں ہمیشہ کی نیند سلانے کیلئے خوشبودار سپرے کے چند چھینٹے ہی کافی ہوتے ہیں۔اس لیے ہم تمہیں قرآن کی زبان میں نصیحت کرتے ہیں۔

" وان تنتھوا فھو خیر لکم و ان تعودوا نعد ولن تغنی عنکم فئتکم شیئا و لو کثرت و ان اللہ مع المومنین "(الانفال)

اور اگر باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اور اگر تم دوبارہ وہی حرکت کرو گے تو ہم بھی وہی جواب دیں گے۔اور تمہاری جماعت تمہارے ذرہ بھی کام نہیں آئے گی گو وہ تعداد میں زیادہ ہی ہوں۔اور اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ساتھ ہے۔

﴿حرف آخر اور کلمہ نصیحت﴾

عزیزی ابن آدم !

سوگند بخدا! مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔اسی لئے میں نے اتنی طویل کہانی ڈال کر اپنے باہمی اختلافات اور انکے اسباب اور پس منظر سے آپکو آگاہ کیا اور ہر دور کے فتنہ پرور لوگوں کی نشاندہی کی ہے۔انسے اور انکے بقول اقبال مرحوم حیوان سازی کے طریقوں سکے بچنے کی کوشش کریں۔اگر ابلیسی وسوسوں کا شکار ہیں تو یاد رکھیں: آپ ابن آدم ہیں اور ابلیس آپ کے باوا کا دشمن ہے۔اور آپ کا بھی، کم از کم اپنی زبان اور قلم کو تو لگام دیں، یا وہ گوئی بے ہودہ نویسی اور خامہ فرسائی کا شوق فضول کبھی محبت والفت اور بہتر تعلقات پر منتج نہیں ہو سکتا۔بدکاروں اور معاشرے میں تعفن پھیلانے والوں کی حمایت میں اسلامی سزاؤں کے خلاف ہرزہ سرائی اہل علم وفضل اور امت اسلامیہ کے محسنوں، ائمہ دین اور محدثین کے ساتھ تمسخر واستہزاء کے آپ کے رویے سے ڈارون کے نظریہ ارتقاء کی تائید ہوتی ہے۔جو شاید آپ کے شرف کے بھی منافی ہو۔اگر آپ ابن آدم ہیں تو پھر ابن آدم بن کر ہی رہیں۔بنی نوع انسان کی رسوائی کا باعث بنا عیب کی بات ہے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد از هیتنا و هب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب ۔